

مولانا مدار اللہ مدار - مردان

قسط ۲

ایک تنقیدی جائزہ

چند چیز

منکر حدیث ہے

منکر قرآن

ملائکہ کے وجود سے انکار

(گزشتہ سے پیوستہ) گزشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پردیز ملائکہ سے کائناتی قوتیں مراد لیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کائناتی قوتیں بے جان اور اختیار و ارادہ سے عاری ہیں جب کہ قرآن مجید نے ملائکہ کے جو صفات و احوال بیان کئے ہیں ان کی رو سے وہ ایک نوری اور ذی عقل مخلوق ہیں۔ وہ اجسام لطیف رکھتے ہیں مگر نہ جسم محض نہ حتیٰ بلکہ ایک اور جسم جو بمنزلہ روح کے ہے جو مختلف اجسام میں متشکل ہونے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں ہم کو نظر آجاتے ہیں۔ اور لطافت کے سبب وہ طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتے ہیں اور بے پناہ قوت و قدرت رکھتے ہیں۔ قرآن سے ثابت ہے کہ قوم لوط کی بستیوں کو ان ہی نے تہ و بالا کر کے تباہ کر دیا تھا۔ اور یہ فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشری صورت میں پہنچے۔ تو حضرت ابراہیم نے ان کی خاطر و مدارات کرتے ہوئے ایک تلاوت بچھا کر ان کے آگے رکھ دیا۔ قرآن کے الفاظ ہیں: **فَمَا كَيْفَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِئِدٍ**۔ لیکن انہوں نے نہیں کھایا۔ ہم پردیز سے پوچھتے ہیں کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے بے جان کائناتی قوتوں کے سامنے تلاوت بچھا رکھ دیا تھا؟ جب کہ ایک پیغمبر سے اس قسم کے نامعقول فعل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ملائکہ کا واحد ملک ہے اور اصل میں یہ ملائکہ ہے۔ جیسا کہ شمل جس کی جمع ملائک اور شمائل آتی ہے اور ت ملائکہ کے آخر میں جمع کے لحاظ سے زائد کمرہ دی گئی ہے۔ (بیضاوی)

ملائکہ کے مختلف درجات ہیں بعض ان میں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام وغیرہ۔ بعض فرشتے واسطہ کا کام دیتے ہیں۔ اور بعض مدبرات امر ہیں جو امور تکوینی کی تدبیر پر مامور ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانے پر مامور ہیں۔ ان کو روح القدس بھی کہتے ہیں اور روح الامین بھی۔ قرآن مجید میں حضرت جبرائیل کا نام کئی بار آیا ہے اور انہی

کے ذریعے قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اور جب پرویز حضرت جبریلؑ کے وجود سے انکار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نزول قرآن کی نزدیکی کیفیت کو بھی نہیں مانتا اور اس طرح وہ وحی آسمانی کے سارے سلسلے اور تاریخ کو بھی رد کر دیتا ہے اور وہ یکسر وحی آسمانی کا منکر ہے لیکن قرآن نے صاف بتا دیا ہے کہ جبریل امینؑ کے وجود باوجود سے عداوت رکھنا کفر کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پرویز جبریلؑ سے دشمنی نہیں رکھتا۔ البتہ اس کے وجود کو نہیں مانتا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کسی کے وجود، شخصیت اور ہستی سے انکار کرنا اور اسے کسی شمار و قطار میں نہ لانا دشمنی سے بدتر چیز ہے۔ اور دونوں صورتوں کا منشاء ایک ہی ہے۔

ہم ذیل میں سورہ بقرہ کی دو آیتیں پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے مقصد مدعا کی تائید روز روشن کی طرح ہوتی ہے۔

- ۱۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجَبْرِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (۹۷) ترجمہ: جو کوئی جبریلؑ سے عداوت رکھے سوا انہوں نے یہ قرآن پاک آپ کے قلب مبارک تک خدا کے حکم سے پہنچا دیا۔
- ۲۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (۹۸) ترجمہ: جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل و میکائیل کا۔ تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ان کافروں کا۔

یہ دونوں آیتیں اس حقیقت پر صریح دلالت کر رہی ہیں کہ فرشتوں یا ان میں جبریل و میکائیل سے دشمن رکھنا یا ان سے انکار کرنا کفر ہے اور اس پر مترادف یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں سے عداوت رکھتا ہے۔ اور اس قسم کے ملحدوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان دشمنی ہے۔ نیز مذکورہ آیتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص پیغمبروں کا یا ان میں سے ایک پیغمبر مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن یا منکر ہے۔ وہ بلا ریب و شک از روئے قرآن مبتلائے کفر و ضلالت ہے۔ قرآن کی ان آیات بینہ اور تصریحات کے پیش نظر پرویز کو اپنی پوزیشن اور مال و انجام پر غور کرنا چاہئے۔

پرویز اور مرزا قادیانی کا موازنہ | مرزا غلام احمد با تفاق امت دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن آدم علیہ السلام جبریل امینؑ اور ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرنے میں وہ اہل اسلام کا ہمنوا ہے جب کہ پرویز ان حقائق کا انکار کرتا ہے۔ ”ازالہ اوہام“ میں مرزا قادیانی ایک سائل کا سوال نقل کرتے ہوئے اس کا جواب لکھتا ہے: سوال۔ (۱) ملائکہ اور جبریل علیہ السلام کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان کو ”تو صنیع المرام“ میں کواکب کی قوتیں ٹھہرایا ہے۔

المالجواب :- یہ آپ کا دھوکہ ہے، اصل بات یہ ہے کہ یہ عاجز ملائک اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے۔ اور جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے ملائک کے اجرام سماوی سے خادمانہ تعلقات پائے جاتے ہیں یا جو کام خاص طور پر انہیں سپرد ہوتا ہے۔ اس کی تشریح میں رسالہ ”توضیح مرام“ لکھا ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۱۷۵)

اور آدم علیہ السلام کو نبی مانتے ہوئے لکھتا ہے :-

۲۔ خدا تعالیٰ اس عاجز کو قرآن شریف کے حقائق اور معارف سکھلائیگا اور انہیں حصوں میں میرا نام مریمؑ اور عیسیٰؑ اور موسیٰؑ اور آدمؑ غرض تمام انبیاء کا نام رکھا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ پنجم ص ۲۲۵ خاتمہ)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے تمام انبیاء کا نام اپنے لئے تجویز کیا ہے جو کفر و ضلالت ہے۔ تاہم وہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود اور نبوت کو تسلیم کرتا ہے۔ جب کہ پرویز وجود آدم و نبوت آدم علیہ السلام سے صاف منکر ہے۔ اور اس کے برعکس مرزا قادیانی حضرت جبریلؑ اور تمام فرشتوں کے وجود کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ مذکورہ امور میں جو ایمانیات میں سے ہیں۔ پرویز کی ضلالت مرزا قادیانی کی ضلالت سے بڑھ کر ہے۔

پرویز اور علامہ اقبالؒ | پرویز اپنی انٹی قرآن تصانیف میں جا بجا استاد کے طور پر علامہ اقبالؒ کے اشعار پیش کرتا رہتا ہے جس سے وہ اپنے قارئین کو یہ تاثر دیتا ہے کہ گویا علامہ اقبالؒ بھی اس کے باطل عقائد و نظریات میں معاذ اللہ اس کا ہمنوا ہے۔ اس تاثر کو رفع کرنے کی خاطر ہم علامہ اقبالؒ کے دو شعر پیش کرتے ہیں جن میں وہ ملائکہ مرخل حضرت جبریل امینؑ کے مقام کو بائیں طور بیان کرتے ہیں :-

۱۔ ہمسایہ جبریل امین بندہ خاکی ہے اس کا نشین نہ بخارا نہ بدخشاں

اسرا بخودی میں فرماتے ہیں :-

۲۔ از شکر فیہائے آں قرآن فروش دیدہ ام روح الامین را در فروش

علامہ اقبالؒ اس شخص کو قرآن فروش کہتے ہیں جو قرآن مجید میں من مانی تاویلات اور قرآنی نصوص اپنی خام خیالیوں کا ہدف بناتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں نے روح الامینؑ کو دیکھا ہے کہ وہ قرآن فروشوں کے ہاتھوں سخت برہم ہیں۔ کیا اچھا ہوگا اگر پرویز اپنے مددوح علامہ اقبالؒ ہی کے ارشادات کی پیروی میں قرآن کو بازیچہ اطفال بنانے سے باز آجائے اور اپنے کئے پر ندامت اور افسوس کا اظہار کرے۔

۳۔ یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است

وَرَكْعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ ط ۱۱۶ | اور اسی طرح تم بھی ان کے ساتھی بن جاؤ جو

توانین خداوندی کے سامنے تسلیم کرتے ہیں۔ (مفہوم القرآن ص ۱۶)

آیت مذکورہ کے حقیقی معنی یہ ہیں : ”رکوع کر دو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔“

رکوع کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے یہ لفظ سجدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی جھکنے کا انتہائی درجہ ہے۔ مگر اصطلاح تشریح میں اس خاص جھکنے کو رکوع کہتے ہیں جو نماز میں معروف و مشہور ہے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ”تم نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔“

اس جگہ ”مَعَ الرَّاٰكِعِیْنَ“ کے لفظ سے نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی آیت کی بناء پر ایک جماعت صحابہ و تابعین اور فقہائے امت کے نزدیک نماز باجماعت واجب ہے۔ لیکن پرویز اس آیت سے نماز مراد نہیں لیتا۔ بلکہ توانین خداوندی مراد لیتا ہے اور توانین خداوندی میں تمام توانین فطرت داخل ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں صرف ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہئے جو توانین فطرت کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ آیت مذکورہ کے ساتھ پرویز کا کھلا ہوا مذاق ہے۔ العیاذ باللہ۔ علاوہ ازیں قرآن میں جہاں ذَا الرَّكْعِ السَّجُّودِ یا تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا کی قسم کی آیتیں آئی ہیں۔ ان سے بھی پرویز نے صحیح مفہوم یعنی نماز مراد نہیں لی ہے۔ بلکہ توانین مراد لئے ہیں۔

ابنائے بنی اسرائیل کے قتل کی من گھڑت تعبیر | (۱۳) وَ اِذْ نَجَّيْتُكَ مِنَ الْفِرْعَوْنَ يَسُومُونَكَ
سُوْرَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ اَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ (۱۴) یاد رہے کہ جب تم قوم فرعون کی محکومی میں تھے تو وہ تم پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر طرح طرح کے عذاب وارد کیا کرتے تھے۔ ان میں بدترین عذاب یہ تھا کہ وہ تمہارے اندر پارٹیاں پیدا کرتا رہتا تھا اور اس طرح کرتا یہ تھا کہ تمہاری قوم کے معزور افراد کو جن میں جوہر مردانگی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور جن سے اسے خطرہ کا امکان نظر آتا تھا ذیل و خوار کر کے غیر مؤثر بناتا رہتا تھا بالخصوص انہیں جو موسیٰ پر ایمان لاتے تھے اور جو طبقہ ان جوہروں سے عاری تھا، اسے اپنا معزز و مقرب بنا کر آگے بڑھاتا تھا اسی طرح مجموعی حیثیت سے تمہاری قوم کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی تھی۔ (مفہوم القرآن ص ۱۶)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے : اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے رہائی دی۔ جو تم پر بڑا عذاب کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔“

آیت مذکورہ کے اصلی اور حقیقی مفہوم کو دیکھنے کے بعد آسانی سے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ پرویز نے اپنے طبعی رجحانات کے مطابق آیت میں کس قدر معنوی تحریفات کی ہیں۔ اور اس کے مدلول اور مفہوم

کو افسانوی رنگ دے کر کس قدر مجروح کیا ہے۔

ضربِ کلیم سے پتھر سے چشموں کے ابلنے کی تعبیر (۱۴) | وَإِذَا اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ بِقَوْمِهِ
فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَضِيبًا (۱۵) تم اپنی تاریخ
کے اس واقعے کو بھی یاد کرو۔ جب تمہیں پانی کی وقت ہوئی اور موسیٰ نے اس کے لئے ہم سے درخواست
کی تو ہم نے اسکی رہنمائی اس مقام کی طرف کر دی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے وہ اپنی جماعت کو لے کر
وہاں پہنچا۔ چٹان پر سے مٹی ہٹائی۔ تو اس میں سے ایک دو نہیں اکٹھے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ (مفہوم القرآن ۲)
اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: ”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنے
عصا کو پتھر پر مار۔ سو اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔“

مصر سے نکلنے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ بنی اسرائیل کو وادی تیبہ میں پیاس لگی۔ تو پانی مانگا۔ حضرت
موسیٰ نے دعا کی تو باذنِ خداوندی ایک خاص پتھر کو عصا مارنے سے بارہ چشمے نکل پڑے اور بنی اسرائیل
کے بارہ قبیلے ان سے سیراب ہوئے۔ لیکن پرویز کہتا ہے کہ موسیٰ نے ایک چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس
میں سے چشمے پھوٹ نکلے۔ اگر وہ اپنی مادہ پرست طبیعت کی بناء پر اس معجزہ موسوی سے انکار کرتا
ہے۔ کہ یہ محال ہے۔ تو بھلا اسکی یہ رکیک، توجہ بہ کب قرینِ عقل اور قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام
نے چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ مٹی ابلتے ہوئے چشموں کو نہیں روک سکتی
اور پھر چٹان سے نہ زیادہ نہ کم پورے بارہ چشمے کیوں پھوٹ پڑے۔ کیا یہ بجائے خود معجزہ نہیں ہے کہ چٹان
سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی تعداد کے موافق ہی بارہ چشمے بہہ نکلے۔ ضربِ کلیم کی تاثیر سے انکار قرآنی
آیات ہی کا انکار ہے جس کا پرویز مترکب ہے۔

کیا نماز میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں (۱۵) | وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۶) یہ کہ تم دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو اور وہاں سے کسی طرف بھی قدم اٹھانے
کا ارادہ ہو۔ تمہارے سامنے کوئی پروگرام بھی ہو اپنی نگاہ ہمیشہ اپنے مرکز کی طرف رکھو (مفہوم القرآن ۵۵)
اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: ”اور جہاں سے تو نکلے اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر۔“

اس آیت میں اور اس سے متصل آیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ
حالتِ سفر اور حضر دونوں میں بحالتِ نماز اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کیا کریں۔ بیت اللہ کی طرف استقبال
حالتِ نماز میں فرض ہے لیکن پرویز نے آیت کے مندرجہ بالا مفہوم میں یہ قید اڑا دی ہے۔ نہ نماز کا ذکر
ہے اور نہ نماز میں مسجد الحرام کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔ دراصل اس کی نظر میں ان باتوں کی کوئی اہمیت

ہے ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی پروگرام ہو تو اس وقت نگاہ مرکز کی طرف رہنی چاہئے۔ اور مرکز سے مراد وہ مرکزیت لیتا ہے نہ کہ بیت اللہ۔ آیت میں کسی پروگرام کے وقت نگاہ مرکز کی طرف رکھنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ بلکہ نماز میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔ پرویز نے یہ حکم تبدیل کر کے آیت کے معنوں میں کھلم کھلا تعریف کی ہے۔ روزہ رکھنے میں تکلیف ہو تو فدیہ دے۔ (۱۶) وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ

مُسْكِينٍ (۲۳۸) لیکن اگر شکل یہ ہو کہ ایک شخص نہ تو بیمار ہے اور نہ ہی سفر میں ہے لیکن اسکی کیفیت یہ ہے کہ وہ روزے کو مشقت نہاہ سکتا ہے۔ تو اس کے لئے دوسرے اوقات میں روزے پورے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے چاہئے کہ روزے کے عوض کسی حاجت مند کو روٹی کھلانے کا انتظام کرے (مفہوم) آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جن کو روزہ کی طاقت ہو ان کے ذمے بدلہ ہے ایک فقیر کا کھانا" واضح رہے کہ اس آیت کے متعلق صحیح بخاری و مسلم وغیرہ تمام ائمہ حدیث نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ہمیں اختیار دیدیا گیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے ہر روزے کا فدیہ دیدے۔ پھر جب دوسری آیت "فَنَنْ شَهِدْ مِنْكُمْ الشَّهَدَ نَلِيصَّهٖ" نازل ہوئی تو یہ اختیار ختم ہو کر طاعت والوں پر صرف روزہ ہی رکھنا لازم ہو گیا۔ اور اسی پر آج تک تمام اہل اسلام کا عمل جاری ہے۔ ظاہر ہے کہ پرویز احادیث نبوی سے منکر اور اہل اسلام کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے اس کے نزدیک روزہ رکھنا ضروری نہیں، بس فدیہ ہی دیدے۔ تو کام چلے گا۔ اور یہ طرز عمل قرآن و سنت اور امت مسلمہ کے طرز عمل کے منافی ہے۔

صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد قانون کی اطاعت ہے۔ (۱۷) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰی (۲۳۸) تمہارا مرکزی فریضہ جسکی حفاظت اس ضروری ہے یہ ہے کہ تم زندگی کے ہر گوشے میں ہمیشہ تو انہیں کی اطاعت میں کمر بستہ کھڑے رہو۔ (مفہوم ص ۹)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "محافظت کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔" اس آیت میں بیچ وقت نمازوں کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔ اور پھر ان میں بیچ والی نماز کی حفاظت و اہتمام پر خاص زور دیا گیا ہے۔ بعض احادیث کی روشنی میں علمائے امت کی اکثریت کے نزدیک بیچ والی نماز سے مراد نماز عصر ہے۔ کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجر اور ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغرب اور عشاء۔ اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے کی گئی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی مصروفیت کا ہوتا ہے۔ لیکن پرویز کو آیت کا مفہوم بیان کرنے میں نہ تو بیچ وقت نمازوں کے ذکر کا خیال آیا اور نہ اسے اس سے غرض ہے کہ بیچ والی نماز کی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید اور اہمیت فرمائی

ہے۔ جب کہ اس کا ذکر کرنا خاص طور پر ضروری تھا۔ وہ آیت کے مدلول اور حقیقی مفہوم کے بالکل برعکس قوانین زندگی پر زور دے رہا ہے اور آیت کے معانی میں اپنے خیالات باطلہ ٹھونس رہا ہے۔

عزیر علیہ السلام کی موت و حیات سے انکار | (۱۸) اَدْكَالَ ذِي سَرَعٍ عَلَى تَرْبَةٍ وَهِيَ خَادِيَةٌ عَلَى عُرْوَتِهَا قَالَ اَتَىٰ يَحْيٰى هٰذَا ۖ لِلّٰهِ بَعْدَ مَوْتِهَا مَا تَدْرُوْنَ مَا تَدْرُوْنَ مَا تَدْرُوْنَ مَا تَدْرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنَا (۲۵۹)

دوسری مثال بنی اسرائیل کی نشاۃ ثانیہ کی ہے وہ نخت نصر کے ہاتھوں یوروشلم کی تباہی و بربادی کے بعد سو سال تک غلامی اور محکومی کی ذلت آمیز زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اس کے بعد جب وہ اپنی حیات اجتماعی سے یکسر واپس ہو چکے تھے۔ کیخسرو نے انہیں پھر بیت المقدس میں آباد کر دیا۔ تمثیلی انداز میں اسے یوں سمجھو کہ ایک شخص کا گذر ایک ایسی بستی پر ہوا جس کے مکانات سمار ہو کر کھنڈر بن چکے تھے۔ اس نے کہا اس قسم کی دیران بستی کو موت کے بعد پھر سے زندگی مل سکتی ہے۔ الخ (مفہوم ص ۱۸)

آیت کا اصلی ترجمہ اور مفہوم یہ ہے: ”کیا تو نے نہ دیکھا اس شخص کو کہ گذر وہ ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کیونکہ زندہ کریگا اس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مرزہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو۔ الخ“

آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے۔ انہوں نے اثنائے سفر میں راہ میں ایک دیران شہر دیکھا اسکی عمارت گری دکھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہاں کے باشندے سب مر گئے حق تعالیٰ کیونکہ ان کو جلادے اور یہ شہر آباد ہو۔ اسی جگہ ان کی روح قبض ہو گئی اور ان کی سواری کا گدھا مر گیا سو برس تک اسی حال میں رہے پھر سو برس کے بعد زندہ کئے گئے۔ ان کا کھانا اور پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا ان کا گدھا جو مر چکا تھا اسکی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں، وہ ان کے رو برو زندہ کیا گیا۔ اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد ہو چکے تھے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے زندہ ہو کر شہر آباد ہی دیکھا۔

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی قدرت عظیم کا ایک عظیم نمونہ ہے۔ لیکن پرویز روشن خیالی اور نیچریت میں پوری طرح رنگ چکا ہے، اس لئے وہ حضرت عزیرؑ کے اس واقعہ کو ایک تمثیلی افسانہ سمجھتا ہے اور حضرت عزیرؑ پر موت طاری ہونے اور ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کی حقیقت کو نہیں مانتا جب

کہ اس واقعہ کا بیان کرنے والا اور راوی خود اللہ تعالیٰ ہے اور قرآنی آیات اس پر ناظر ہیں لیکن پرویز جیسے کٹر عقلیت پرست قرآنی آیات کے حقائق کو جھٹلانے پر مہر ہے اور ان کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ حضرت مریمؑ کے لئے غیبی رزق کے آنے سے انکار | (۱۹) کَلَّمَآ دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْغُدَابَ

وَجَدَ عِنْدَ هَارِزُ قَاطٍ (۳۳) مریم اپنے زہد و ریاضت کی بنا پر اس درجہ مرجع انام بن گئی کہ اس کے پاس نذر و نیاز کی چیزیں آنی شروع ہو گئیں۔ چنانچہ کبھی زکریا عبادت گاہ (قربان گاہ) میں آتا تو مریم کے پاس کھانے پینے کی چیزیں دیکھتا۔ وہ بر بنائے احتیاط اس سے پوچھتا کہ اے مریم تجھے یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں۔ وہ اس کے جواب میں کہہ دیتی کہ انہیں یہ چیزیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کی نذر پر مانتے ہیں وہ دے دیتے ہیں۔ (مفہوم ص ۱۲۷)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: ”جب بھی زکریا مریم کے پاس حجرے میں داخل ہوتا تو اس کے پاس رزق (پھل) موجود پاتا۔“

حضرت مریم کے والد ماجد عمران کی وفات ان کے بچپن ہی میں ہو گئی تھی۔ سہیل کے خادموں کی سرداری حضرت زکریا کے حصہ میں آئی تھی۔ آپ حضرت مریم کے خالو تھے۔ حضرت مریم کی کفالت آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ دوران کفالت مریم کے پاس بے موسم میوے آتے۔ گرمی کے پھل سردی میں سردی کے پھل گرمی میں۔ اور یہ مریم کی کرامات و برکات اور غیر معمولی نشانات تھے جو ظاہر ہونے شروع ہوئے جن کا بار بار مشاہدہ ہونے پر حضرت زکریا سے نہ رہا گیا اور ازراہ تعجب پوچھنے لگے کہ مریم! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قدرت مجھے یہ چیزیں پہنچاتی ہے۔ جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔ آیت میں لفظ رزقاً میں تنوین ہے۔ اس کے متعلق امام فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے۔

”التنوين في قوله رزقاً يدل على تعظيم حال ذلك الرزق كانه قيل رزقاً اى رزق غريب عجيب۔ (تفسير کبیر)

”یعنی رزقاً کی تنوین تعظیم و بھیم کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رزق کوئی ندرت کا پہلو رکھتا ہے۔“

لیکن پرویز قرآنی تصریحات کے برعکس کہتا ہے کہ اس رزق سے نذر و نیاز کی چیزیں مراد ہیں اور اسی طرح وہ قرآنی آیات کے مدلولات میں رد و بدل اور من گھڑت تاویلات پر منحصر ہے۔
عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ مَوْتِي سَے انکار (۲۰) وَ اُحْيِ الْمَوْتِي بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳۳) میں اس وحی کے ذریعے تمہیں ایسی حیات عطا کروں گا جس سے تم اپنی موجودہ خاک نشینی سے ابھر کر فضا کی بلندیوں میں اڑنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ (مفہوم القرآن ص ۱۳)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: ”اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے۔“
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات دئے گئے تھے ان میں ایک مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ

پرویز

حقاً۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن پرویز اس معجزہ سے انکار کرتا ہے۔ اور اس کے ماننے پر آمادہ نہیں۔
حضرت عیسیٰؑ کے دوسرے معجزات سے انکار (۲۱) وَأَنْتُمْ كُفِرْتُمْ بِمَا تَكُلُونَ وَمَا تَدْرُجُونَ
فِي بُيُوتِكُمْ (۲۲) میں موجودہ نظام سرمایہ داری کی جگہ ایسا نظام قائم کر دوں گا جو اس کا جائزہ لیتا رہے گا۔
 کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں کس قدر اپنے مصرف میں لاتے ہو اور کس قدر ذخیرہ کرتے ہو کہ اس سے ناجائز
 نفع کمایا جائے۔ (مفہوم ص ۱۳)

آیت کا حقیقی مفہوم یہ ہے : ”اور تم جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ جمع کرتے ہو
 وہ تمہیں بتا دیتا ہوں۔“

اس آیت نے بتا دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عملی معجزات کے علاوہ بعض مغیبات کا علم بھی دیا گیا تھا
 اس لئے انہوں نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری مخفی چیزوں پر بھی اللہ تعالیٰ مجھے مطلع کر دیتا
 ہے۔ مثلاً میں تمہارے کھانے پینے کی چیزوں اور ذخیرہ کی ہوئی اشیاء کا علم رکھتا ہوں۔ اس آیت سے عیسیٰ
 علیہ السلام کے بعض علمی معجزات ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن پرویز ان سب کا انکار کرتا ہے۔ اور آیت مذکورہ
 کی طبعاً اور من گھڑت مفہوم بیان کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ کا ناٹھ نظام سرمایہ داری وغیرہ ملاتا ہے۔ جو
 مغایطہ انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ (۲۳) کے معنی | (۲۱) لیکن جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت
 پر یقین رکھتے ہیں وہ نہایت شدت سے ان قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔ (مفہوم ص ۱۶)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے : ”اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں۔“
 یعنی مومن کی محبت عقلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمام دوسری محبتوں پر غالب اور حاکم رہتی ہے۔ اور
 ان کا سب سے بڑا محبوب اللہ تعالیٰ اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس حقیقت کے برعکس پرویز
 آیت کا مطلب یہ بتاتا ہے کہ لوگ نہایت شدت سے قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مفہوم
 آیت کریمہ کے الفاظ کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ اور بالکل مغلطانہ اور مضحکہ خیز ہے۔

بِئْسَ مَا تَدْعُ إِلَىٰ خُرْبٍ (۲۲) وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ
أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (۲۳) اے رسول! جب میرے بندے تم سے میرے متعلق سوال

کریں تو ان سے کہدو کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شخص اپنی رہنمائی کے لئے
 مجھے پکارتا ہے تو میرا قانون ہدایت جو قرآن کے اندر محفوظ ہے اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ (مفہوم ص ۱۶)
 آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے : ”اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو تو میں قریب ہوں قبول کرتا

ہوں مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے۔

آیت کا مطلب صاف اور واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی مخصوص عنایت اور لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں۔ میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور ان کی حاجات کو پورا کرتا ہوں۔ دراصل پرویز دعا مانگنے کا مخالف ہے۔ اس لئے اس نے آیت کے معنوں میں تحریف کرتے ہوئے لکھا کہ جب کوئی شخص اپنی راہنمائی کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میرا قانون ہدایت اسکی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات معطل ہیں معاذ اللہ وہ نہ کسی پکار کا جواب دیتا ہے اور نہ کسی کی حاجات پوری کرتا ہے۔ بلکہ اسکی جگہ اس کا قانون ہدایت سب کچھ کرتا ہے۔ درحقیقت یہ مشرکانہ عقیدہ ہے جو اس نے اپنا لیا ہے۔

مریض کو شفا خدا کا قانون دیتا ہے | (۲۳) وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ لَشِفِیْنِ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ

تَشْفِیْہِیْنِ (۲۴) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا بھی اس کے قانون کے مطابق ملتی ہے۔ موت اور حیات بھی اس کے قانون سے وابستہ ہے۔ (معارف القرآن ص ۱۶۶)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: ”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (خدا) مجھ کو شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو مارے گا پھر وہی مجھ کو زندہ کرے گا۔“

آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان توحید کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی قومِ نمرودیوں کے سامنے کیا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت اور قدرت سے ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا کہ مریض کو شفا دینے والا اور موت و حیات عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن نمرودیوں نے اس اعلان توحید پر برا منایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ پر کمر بستہ ہو گئے۔ جب پرویز یہ کہتا ہے کہ مریض کو شفا خدا نہیں دیتا بلکہ اس کا قانون دیتا ہے اور موت و حیات کا سلسلہ بھی قانون کے مطابق چلتا ہے۔ باری تعالیٰ کو معاذ اللہ ان امور میں کوئی دخل نہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نمرودیوں کا ہمنوا ہے جبکہ نمرودی ان امور کی اصناف بتوں کی طرف کرتے تھے اور پرویز یہ اصناف قانون کی طرف کرتا ہے۔ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق نہیں سمجھتا۔ بلکہ پابند سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ میں اللہ تعالیٰ کے تصرفات کا قائل نہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر اس کی کتابوں سے چند مزید اندراجات پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اسکی حقیقت اور بھی بے نقاب ہو جائے۔

(مسلسلہ)